OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت فقہِ اہل بیت علیہم السلام کے روشنی میں

Political participation in illegitimate government from the point of view of ahl al bayt (AS) jurisprudence

Dr. Niaz Ali Hussaini
Researcher, AL- Mustafa International University, Qum Iran

Dr. Sayed Sajjad Izadehi
Supervisor, AL- Mustafa International University, Qum Iran

Dr. Mustafa Jafar Peesheh
Advisor, AL- Mustafa International University, Qum Iran

Received on: 10-01-2026 Accepted on: 15-02-2026

Abstract

This article examines various theories and arguments concerning political participation in an illegitimate government. Political participation refers to those activities and measures of citizens whose aim is to gain influence in government, to support the political system, or to advance it further. This topic has been discussed in human societies since ancient times and is of special importance. In Islam's political system as well, the maximum political participation of the people—regardless of legitimacy—is considered a necessary matter for the establishment, stability, and development of government. However, if, on the basis of Islamic principles, a government is deemed deprived of legitimacy (religious/legal authorization), then what is the ruling in the Fiqh of the Ahl al-Bayt regarding political participation in such a government? This is the central question of this article. In view of the fact that Islamic texts (the Qur'an and Sunnah), on the one hand, strictly prohibit cooperation with and service to tyrannical and oppressive rulers, and the Imams (a.s.) on most occasions prevented their followers from any kind of cooperation with or practical action in favor of the governmental system; but on the other hand, on some occasions some companions of the Imams, with the Imams' permission, entered governmental institutions and, while holding various governmental positions, carried out political and social activities. During the time of the presence of the Imams (a.s.), the conduct of the Imams and their companions and the apparently twofold nature of the sirah created a difference of opinion among jurists on this issue: some adopted the view of permissibility on the basis of the primary ruling and regarded prohibition as temporary, while others held prohibition according to the primary ruling and considered permissibility to be a temporary and provisional ruling arising from secondary titles. After presenting different jurisprudential views, this writing finally adopts the second view: political participation in an illegitimate government is forbidden and prohibited by the primary ruling, and under secondary titles such as expediency, etc., permissibility is established on the basis of the secondary ruling.

Keywords: political participation, illegitimate government, primary ruling, secondary ruling, unjust ruler, Fiqh of the Ahl al-Bayt.

تعارف

سیاسی مشارکت، علم سیاست کے اہم مسائل میں سے ایک ہے۔ سیاسی مشارکت سے مراد شہریوں کی ان سرگرمیوں اور اعمال کا مجموعہ ہے جو حکومت پر اثر انداز ہونے، یا سیاسی نظام کی حمایت کرنے اور اسے آگے بڑھانے کے لیے انجام پاتے ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر، سیاسی مشارکت سے مراد سیاسی نظام کے مختلف سطحوں میں فرد کی شمولیت اور وابستگی سے لے کر سرکاری منصب اور عہدوں پر فائز ہونا ہے۔(راش، 122:1393)

قدیم زمانہ سے انسانی معاشروں میں مختلف حکومتوں اور سیاسی نظاموں کے اندر عوام کی مشارکت بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام میں بھی، اگرچہ حکومت کی اصلِ مشروعیت میں فقہ اہل بیت کے نقطہ نگاہ سے عوام کا کوئی کردار نہیں، تاہم مشروع حکومت کے قیام، تحقق و تشکیل اور استحکام میں ان کا کردار ناقابلِ انکار ہے۔ اسی بنا پر اسلام، مشروع سیاسی نظام اور الٰہی حکومت میں حکومت کو آگے بڑھانے کے لیے عوام کی زیادہ سے زیادہ مشارکت اور تعاون کو طلب کرتا ہے۔ لیکن تاریخِ بشریت میں الٰہی اور مشروع حکومت کم ہی عملی صورت اختیار کر سکی ہے، یا اس کا دائرہ محدود رہا ہے، اور اکثر اوقات میں یا روئے زمین کے بیشتر خطوں پر غیر مشروع حکومتیں قائم رہی ہیں۔ غیر مشروع حکومتوں سے مقصود وہ حکومتیں ہیں جن کی مشروعیت نصبِ الٰہی یا اذنِ الٰہی کی حامل نہیں، اور اس امر میں عادل اور ظالم حاکم کے مابین، نیز شیعہ اور سنی یا کافر حاکم کے مابین کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی حکومتوں میں، جو مشروعیت سے محروم ہیں، سیاسی مشارکت کا فقہِ اہلِ بیتؑ میں کیا حکم ہے؟ اسلامی نصوص میں ایک طرف جابر و غیر مشروع حکمرانوں کے ساتھ تعاون اور ان کی خدمت سے شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے، اور آئمہؑ اکثر مواقع پر اپنے پیروکاروں کو حکومتی نظام کے حق میں تعاون اور عملی اقدام سے باز رکھتے تھے؛ لیکن دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مواقع پر آئمہؑ کے بعض اصحاب حکومتی نظام میں شامل ہوئے۔ چنانچہ اس تناظر میں یہ جائزہ لینا بجا ہے کہ فقہی اعتبار سے اصل حکم کیا ہے؟ اس باب میں فقہائے امامیہ کا نقطۂ نظر کیا ہے اور ان کے دلائل کون سے ہیں؟ اس تحریر میں حکمِ فقہی کی حکمِ اولی اور حکمِ ثانوی میں تقسیم کو محور بنا کر اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت کا فقہ اہل بیت میں کیا حکم ہے۔

1۔ حکمِ اولی اور حکمِ ثانوی کی بنیاد پر نظریات کی وضاحت

یہاں پہلے مرحلے میں جس امر پر بحث اور غور لازم ہے وہ یہ ہے کہ اس مسئلے میں حکمِ اولی کیا ہے؟ یعنی غیر مشروع حکمرانوں کے ساتھ معاملات کے جواز اور حرمت کی ماہیت پر گفتگو ہونی چاہیے کہ آیا غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت اور حکمرانوں کے ساتھ معاملات

میں، اصل اور حکم اولی جواز وحلیت ہے؟ اور اگر کہیں حرمت ہے تو وہ بعض عناوینِ ثانویہ اور عارضی امور کے سبب ہے، جب کہ شک کی صورت میں اصل کا تقاضا اباحہ ہو گا۔ یا یہ کہ حکمِ اولی حرمت ہے اور حلیت بعض عناوینِ ثانویہ اور عارضی امور کے سبب ہے؟

بعض فقہانے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دوسرے کو۔ لہٰذا ذیل میں دونوں گروہوں کا نقطۂ نظر پیش کر کے ان کے دلائل کا جائزہ لیا جائے گا۔ البتہ یہ نکتہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ فقہِ اہلِ بیتؑ کے مبانی کی رو سے اس حکومت کی عدمِ مشروعیت پر، جو منصوبِ من اللہ اور مأذونِ الٰہی نہ ہو، فقہائے امامیہ کے مابین اتفاقِ رائے ہے اور اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ لہٰذا یہاں جو بحث اٹھائی جارہی ہے اس کا تعلق اس صورت سے ہے کہ اگر کوئی غیر مشروع حکومت نسبتاً معتدل طرزِ عمل کی حامل ہو اور اس کے عمل میں عادلانہ رویہ پایا جاتا ہو، یا اس حکومتی نظام کے عادلانہ یا ظالمانہ رویے سے قطعِ نظر، کیا ایسی حکومتوں میں تعاون اور مشارکت، اس شرط کے ساتھ کہ ظلم اور معاصی میں شرکت نہ ہو اور اس کی مشروعیت کا اعتراف نہ کیا جائے، جائز ہے یا جائز نہیں ہے؟

1_1 حکمِ اولی کے اعتبار سے جواز اور حکمِ ثانوی کے اعتبار سے حرمت کا نقطۂ نظر

اس نقطۂ نظر کے مطابق غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت اور حکمرانوں کے ساتھ تعاون کا حکمِ اولی، خواہ بطورِ ولایت (منصب وعہدہ قبول کرنے کی صورت میں) ہو یا بطورِ معاملات (روابط اور خرید وفروش وغیرہ) اباحہ ہے؛ اور حرمت کا حکم ایک عارضی امر ہے جو کام کے حالات سے پیدا ہونے والے عناوین اور لوازمات کی بنا پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کام کے حالات سے پیدا ہونے والے وہ عناوین اور لوازمات موجود نہ ہوں تو خود ایسے حکومت میں سیاسی مشارکت اور حکام کے ساتھ تعاون جواز کا حکم رکھتا ہے۔

یہ وہ نقطۂ نظر ہے جو مشہور فقہا کی رائے کے مقابل پیش کیا گیا ہے، اور اس کے قائلین کی بنیادی دلیل وہ روایات ہیں جو آگے بیان کی جائیں گی۔ چنانچہ اس نقطۂ نظر کے قائلین میں سے ایک نے اس باب میں کہا ہے کہ: روایات کے مطالعے سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ پہلے احتمال کا راجح ہونا ہے، یعنی غیر مشروع حکمرانوں کے ساتھ تعاون کا حکمِ اولی اور اصل، (ولایۃً وتعاملاً)، اباحہ ہے، اور یہی عمل کبھی مستحب اور بسا اوقات واجب ہو جاتا ہے۔ اور ایسی حکومت میں مشارکت کا حرام ہونا ایک عارضی حکم ہے اور کام کے حالات سے پیدا ہونے والے بعض عناوین ولوازم کے باعث لگایا جاتا ہے، یا پھر ظالم وغیر مشروع حکام کے ساتھ کام کرنے کی حرمت کا تعلق عمال وکارگزاروں کی ذاتی اخلاقی خصوصیات کے ساتھ ہے۔ (شمس الدین، 230:1380)

وہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

روایات میں حکمِ اولی اور اصلی کے اعتبار سے غیر مشروع حکومت میں سرکاری اور غیر سرکاری کام کو مطلقاً ممنوع قرار نہیں دیا گیا ہے، بلکہ وہ اجمالی طور پر ایسی حکومت میں مشارکت اور حکمرانوں کے ساتھ کام کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، البتہ اس شرط کے ساتھ کہ ان کے لیے کام کرنا یا کوئی اور عہدہ قبول کرنا ان کی مشروعیت کے اعتراف اور ظالمانہ کاموں میں شریک ہونے کا سبب نہ بنے۔ (شمس الدین، 240:1380)

اگرچہ اس نظریے کے بارے میں ادلہ کے ذیل میں بحث و گفتگو کی جائے گی لیکن یہاں پر مندرجہ بالا کلام و استدلال پر کئے گئے کچھ اشکالات کی طرف اشارا ضروری ہے۔

اولاً: ان روایات میں بیان کردہ حرمت اگر صرف کام کے حالات اور کام کی نوعیت سے متعلق ہو تو وہ عام ہے اور حاکمِ جائر کے ماتحت کام کرنے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس کا حاکمِ جائر کے ضمن میں بیان ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس حرمت کا تعلق کسی نہ کسی طرح ظالم و جابر حکومت کے ساتھ ہے یعنی کام کی نوعیت سے قطعِ نظر خود جابر و غیر مشروع حکومت کا عنوان موضوعیت رکھتا ہے۔

ثانیاً: اگر روایات میں بیان کردہ حکمِ حرمت میں افراد کی اخلاقی خصوصیات مدِ نظر ہوں تو یہ مقولہ عام ہونا چاہیے، اور جہاں بھی کسی موضوع یا مسئلے کے لیے کوئی حکم آیا ہو وہاں مخاطب کی اخلاقی خصوصیات کو ملحوظ رکھا گیا ہو؛ حالانکہ فقہ میں کہیں پر بھی یہ قید نہیں لگائی گئی کہ کوئی حکم افراد کی اخلاقی خصوصیات کے پیشِ نظر ہے مگر یہ کہ ائمہ نے کوئی خاص تصریح فرمائی ہو یا کوئی قطعی قرینہ اس پر دلالت کرتا ہو۔ لہٰذا محض ایک احتمال کی بنیاد پر، جب کہ وہی احتمال طرف مقابل (یعنی روایاتِ جواز) میں بھی ممکن ہے، اس قدر قطعیت کے ساتھ حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

ثالثاً: جابر حکمرانوں کے ساتھ کام کرنے کو ان شرائط سے مشروط نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اکثر روایات میں جہاں حکام جور کے ساتھ تعاون سے ممانعت بیان ہوئی ہے وہاں کچھ استثنائی صورتیں بھی بیان ہوئی ہیں، اور وہ استثنائی صورتیں اس شرط سے مشروط ہیں کہ اگر کبھی تعاون پر مجبور ہونا پڑے تو ان شرائط (مثلاً ظلم میں عدمِ شرکت، مشروعیت کا عدمِ اعتراف وغیرہ) کی رعایت لازم ہے۔

1_2 حکمِ اولی کی بنیاد پر جواز کے دلائل

الف) آیات:

غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت کے قائلین کی طرف سے جواز پر بنیادی قرآنی دلیل سورۂ یوسف کی آیت نمبر 55 پیش کی گئی ہے جس میں حضرت یوسفؑ —ہمارے نبیؐ اور ان پر سلام ہو— نے مصر کے حاکم سے مالی و اقتصادی امور کا منصب اور عہدہ طلب کیا: «اجْعَلْنِي

عَلى خَزائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيم» (یوسف:55)یعنی "مجھے زمین کے خزانوں کی ذمہ داری سونپ دیجیے، کیونکہ میں اچھا نگہبان اور امانت دار ہوں۔" بہت سے مفسرین اور فقہا، منجملہ سید مرتضیٰ اور قطب راوندی، نے حاکمِ جائر سے منصب قبول کرنے اور غیر مشروع حکومت میں تعاون و مشارکت کے جواز کے لیے اس آیت سے استناد کیا ہے۔ چنانچہ قطب راوندی نے آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: اس لیے کہ خداوند جو کچھ اپنے اولیا کی طرف منسوب فرماتا ہے وہ حجت ہے، یا یوں کہیے کہ پہلے والی شریعت مطلقاً حجت ہے اور یہ حجیت اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک اس کا منسوخ ہونا معلوم نہ ہو جائے۔

مندرجہ بالا استدلال پر کچھ اعتراض و اشکال وارد کیے جاسکتے ہیں؛ اولاً: سابقہ شرائع کی حجیت کا استصحاب (تسلسل) ثابت نہیں ہے اور بہت سے فقہا نے اسے رد کیا ہے۔ ثانیاً: انبیاء اور آئمہؑ خداوند کی جانب سے صاحبِ ولایت ہیں؛ اور در حقیقت دوسروں کو امر حاکمیت کے امر میں داخل ہونے سے روکنا اس بات کی تمہید ہے کہ حق اپنے صاحب کی طرف لوٹ آئے۔ چنانچہ ایک نبی کے ولایت کے اس حصے میں داخل ہونے سے، جو خود اسی کا حق ہے، دوسروں کے داخل ہونے کی اجازت کیونکر اخذ کی جاسکتی ہے؟ کیا یہ نقضِ غرض شمار نہیں ہو گا؟۔ (یوسفی ھشترودی،1400:133)

ثالثاً: ہم جانتے ہیں کہ انبیاء اور ائمۂ ہدیٰ ہمیشہ امر الٰہی کے تحت کوئی ذمہ داری قبول کرتے ہیں؛ لہٰذا اذنِ الٰہی کے ساتھ کسی امر کی ذمہ داری سنبھالنا، بلا اذن بلکہ شدید ممانعت کے باوجود ذمہ داری سنبھالنے کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا۔

ب) روایات:

قائلینِ جواز کی بنیادی دلیل روایات ہیں۔ اس ضمن میں فقہا نے بہت سی روایات سے استناد کیا ہے؛ جواہر الکلام کے مصنف نے منع والی روایات کے مقابل روایاتِ جواز کی تعداد کم نہ ہونے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے، نیز مأمون عباسی سے ولی عہدی کا عہدہ قبول کرنے کے موقع پر امام رضاؑ کے عذر پر مبنی ارشادات اور حضرت یوسفؑ کے عزیزِ مصر کی وزارت قبول کرنے سے حکومت جور کے ساتھ تعاون کا جواز اخذ کیا ہے، بلکہ یہ تصریح بھی کی ہے کہ بعض روایات میں آئمہؑ نے اس کام کی ترغیب و تشویق بھی دلائی ہے۔ (نجفی،1404:22/160)

لہٰذا یہاں ضروری ہے کہ جواز اور عدمِ جواز دونوں پر دلالت کرنے والی مختلف روایات، جنہیں بعض فقہا نے مختلف عناوین کے تحت مرتب کیا ہے، یکجا پیش کی جائیں، پھر سند اور دلالت کے اعتبار سے ان کا جائزہ لیا جائے، اور اس کے بعد ان وجوہ کو بیان کر کے پرکھا جائے جو فقہا نے ان دونوں اقسام کی روایات کے مابین جمع کے لیے پیش کی ہیں۔

پہلی قسم: بغیر کسی شرط کے جواز پر دلالت کرنے والی روایات

1۔ ایک شخص نے امام صادقؑ سے سلطان کے لیے کام کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ امامؑ نے فرمایا: کیا انہوں نے تمہیں اپنے کام کے لئے بلایا ہے یا تم خود ان کے پاس گئے ہو؟ اس نے کہا انہوں نے بلایا امام علیہ السلام نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں۔ (نوری طبرسی، 13:1408 / 141)

دوسری قسم: آئمہ علیہم السلام کی اجازت سے مشروط جواز پر دلالت کرنے والی روایات

2۔ امام باقرؑ نے فرمایا: "ہم نے ظالموں کی معیت اور تعاونی امور میں سے جس چیز کو کسی شخص کے لیے حلال کر دیا ہو وہ اس کے لیے حلال ہے، اور جس چیز کو اس کے لیے حرام کر دیا ہو وہ اس کے لیے حرام ہے۔" (طوسی، 2:1390 / 59)

یہی روایت مستدرک الوسائل میں ایک اور عبارت کے ساتھ آئی ہے: "جس شخص کے لیے ہم نے ظالموں کی معیت میں سے کسی چیز کو حلال کر دیا ہو وہ اس کے لیے حلال ہے، کیونکہ ہمارے خاندان کے ائمہ کو ان امور میں اختیار دیا گیا ہے؛ پس جسے وہ حلال کر دیں وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیں وہ حرام ہے۔" (نوری طبرسی، 13:1408 / 226)

تیسری قسم: جواز یا حرمت میں شخص کی نیت اور قصد کی دخالت پر دلالت کرنے والی روایات

3۔ حلبی کہتے ہیں: امام صادقؑ سے ایک ایسے مسلمان کے بارے میں سوال کیا گیا جس کا نام ان (سلطانِ جائر) کے دفتر میں درج ہے، اور وہ آلِ محمدؐ کا محب ہے، مگر ان کے ساتھ جنگ کے لیے نکلتا ہے، ان کے لشکر میں شامل ہوتا ہے اور ان کے پرچم تلے مارا جاتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: "خدا اسے اس کی نیت کے مطابق محشور فرمائے گا۔" اور (حلبی نے) کہا: میں نے آپؑ سے ایک ایسے فقیر آدمی کے بارے میں پوچھا جو ان کے ساتھ اس امید پر شامل ہو گیا کہ ان سے اسے کچھ مل جائے گا اور خدا اس کے ذریعے اسے بے نیاز کر دے گا، اور وہ (اسی حالت میں) ان کے لشکر میں مر جاتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: "وہ اجیر (مزدور) کے مرتبے میں ہے، اور بے شک خداوند اپنے بندوں کو ان کی نیتوں کے مطابق عطا فرماتا ہے۔" (طوسی، 6:1365 / 338)

چوتھی قسم: ظلم سے اجتناب کی شرط کے ساتھ جواز پر دلالت کرنے والی روایات

4۔ صفوان بن مہران نے روایت کی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کسی حاجت کے بارے میں شکایت کی۔ امامؑ نے اس سے فرمایا: "تجھے سلطان کے پاس جانے اور اس کے بعض کام انجام دینے سے کیا چیز مانع ہے؟" اس نے کہا: "آپ نے یہ کام ہمارے لیے حرام فرما دیا ہے۔" امامؑ نے فرمایا: "مجھے بتاؤ کہ سلطنت کا حق ہمارا ہے یا ان کا؟" اس نے کہا: "آپ کا ہے۔" حضرتؑ

نے فرمایا: "کیا انہوں نے ہمارے ساتھ زیادتی و ظلم کیا ہے یا ہم نے ان کے ساتھ؟" اس شخص نے کہا: "بلکہ انہوں نے آپ کے ساتھ ظلم کیا ہے۔" حضرتؑ نے فرمایا: "وہ ایسی قوم ہیں جنہوں نے تمہیں مجبور کر دیا ہے اور تم بھی اپنے بعض حق میں داخل ہوتے ہو۔" اس نے کہا: "ان کا ایک خاص طریقہ اور کچھ احکام ہیں۔" فرمایا: "کیا لوگ اسی طریقے اور انہی احکام کے مطابق ان کے لیے کام نہیں کرتے؟" اس نے کہا: "کیوں نہیں!" امامؑ نے فرمایا: "تو تم بھی اسی طریقے اور انہی احکام کے مطابق ان کے نظام میں کام کرو۔ (البتہ) تمہیں مومن پر ظلم کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (نوری طبرسی، 1408:13/138)

پانچویں قسم: شیعوں کے اموال سے اجتناب کی شرط پر جواز کی دلالت کرنے والی روایات

5۔ ابراہیم بن ابی محمود نے علی بن یقطین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے عرض کیا: "ان (جابر حکمرانوں) کے لیے کام کرنے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟" حضرتؑ نے فرمایا: "اگر تم ان کے لیے کام کرنے پر مجبور ہو تو شیعوں کے اموال سے بچو۔" ابراہیم نے کہا کہ علی بن یقطین نے مجھے بتایا کہ وہ ظاہری طور پر شیعوں سے اموال لیتے تھے اور چپکے سے انہیں واپس لوٹا دیتے تھے۔ (کلینی، 1365:5/110)

چھٹی قسم: مومنین کو نفع پہنچانے کی شرط پر جواز کی دلالت کرنے والی روایات

6۔ علی بن یقطین نے روایت کی ہے کہ امام کاظمؑ نے مجھ سے فرمایا: "خداوندِ متعال کے لیے سلطان کے ساتھ ایسے اولیا (خدا پسند لوگ) ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ (شر اور برائیوں کو) اپنے اولیا (محبوب بندوں) سے دور کرتا ہے۔" (صدوق، 1413:3/176)

7۔ امام صادقؑ نے فرمایا: "سلطان کے لیے کام کرنے کا کفارہ، مومن بھائیوں کی حاجات پوری کرنا ہے۔" (سابق)

ساتویں قسم: اس شرط پر جواز کی دلالت کرنے والی روایات کہ دشمن پر ضرب لگائی جائے اور ان سے نجات کی راہ تلاش کی جائے

8۔ امام ہادیؑ سے روایت ہے کہ محمد بن علی بن عیسیٰ نے ایک خط میں بنی عباس کے لیے کام کرنے اور ان سے (بطورِ اجرت) اموال لینے کے بارے میں سوال کیا کہ آیا اس کی اجازت ہے؟ امامؑ نے فرمایا: "اگر ان کے کام میں داخل ہونا جبر و قہر کی وجہ سے ہو تو خداوندِ متعال عذر کو قبول فرمانے والا ہے، اور اس کے سوا ان کے امور میں داخل ہونا پسندیدہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا تھوڑا اس کے زیادہ سے بہتر ہے..." اس نے کہا: میں نے جواب میں لکھا کہ اس کام سے میرا مقصد امامؑ کے دشمنوں کو ضرر پہنچانے کی راہ تلاش کرنا اور ان سے انتقام لینے کا راستہ کھولنا ہے۔ امامؑ نے جواب میں فرمایا: "اس صورت میں ان کے امور میں داخل ہونا نہ صرف حرام نہیں بلکہ اجر و ثواب کا حامل بھی ہے۔" (حلی، 1411:583_ حر عاملی، 1409:17/190)

آٹھویں قسم: معاشی حالات تنگ ہو جانے کی صورت میں جواز پر دلالت کرنے والی روایات

9۔ عمار سے روایت ہے کہ امام صادقؑ سے سلطان کے لیے کام کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا، جب کہ شخص اس مقصد (سلطان کے کام میں داخل ہونے) کیلئے جاتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: "نہیں (جائز نہیں)، مگر یہ کہ انسان کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو، نہ کچھ کھا سکے نہ کچھ پی سکے، اور چارہ جوئی کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو؛ اس صورت میں اگر اس نے یہ کام کیا اور اس کے ہاتھ کچھ آیا تو اسے چاہیے کہ اس کا خمس اہل بیتؑ کے لیے بھیج دے۔" (طوسی، 1365:6/330)

نویں قسم: اجبار و اکراہ کی صورت میں جواز پر دلالت کرنے والی روایات

10۔ حسن بن حسین انباری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام رضاؑ کو چودہ سال تک خطوط لکھے تاکہ حکومتی نظام میں کام کرنے کی ان سے اجازت لے سکوں، اور آخری خط میں جو میں نے ان کی خدمت میں لکھا، میں نے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے؛ سلطان کہتا ہے: "ہمیں شک نہیں کہ تم رافضی ہو، اور اس لیے کہ تم رافضی ہو تم ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتے۔" تب امامؑ نے انہیں لکھا: "میں نے تمہارا خط سمجھ لیا اور وہ بھی جو تم نے اپنی جان کے خوف سے لکھا۔ پس اگر تم یہ جان لو کہ جب تم اپنے منصب پر پہنچو گے اور اپنے کام میں رسولِ خداؐ کے حکم کے مطابق عمل کرو گے، اور اپنے دفتر داروں اور رفقائے کار کو پیروان اھل اھل بیت میں سے بناؤ گے، اور اگر وہاں سے تمہیں کوئی آمدنی حاصل ہوئی تو اسے فقیر مومنوں کو دو گے، اس طرح کہ یہ نیکی سلطان کے لیے کام کرنے کی تلافی بن جائے —(تو تمہارے لیے جائز ہے)— ورنہ جائز نہیں۔" (سابق)

1_2 حکمِ اولی کے اعتبار سے حرمت اور حکمِ ثانوی کے اعتبار سے جواز کا نقطۂ نظر

اس نقطۂ نظر کے مطابق جابر اور نامشروع حکمرانوں کے ساتھ تعاون و مشارکت کا حکمِ اولی حرمت ہے، اور جواز کا حکم عارضی اور ثانوی عناوین کے سبب وجود میں آتا ہے۔

چنانچہ جواہر الکلام کے مصنف کے بقول علامہ طباطبائی (سید مہدی بحر العلوم) نے اپنی کتاب "مصابیح" میں اس جانب مائل ہونے کا اظہار کیا ہے کہ جائز اور ظالم کی حکومت میں ولایت اور سرکاری منصب کا قبول کرنا بذاتِ خود حرام کاموں میں سے ہے، اور اگر وہ کسی حرام فعل کے ارتکاب پر بھی مشتمل ہو تو اس کا گناہ دوچند اور کئی گنا ہو جاتا ہے۔ (نجفی، 1404:22/159)-

مرحوم آیت اللہ خوئیؒ نے بھی، اس بات پر تاکید کے بعد کہ جائز (غیر مشروع حاکم) کی جانب سے منصب اور عہدہ قبول کرنے کی حرمت میں فقہاء امامیہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں، اس حرمت کو، جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے اس کی بنیاد پر، حرمتِ نفسی قرار دیا ہے جس کا

مرجع خود غیر مشروع حکومت میں انتظامی ذمہ داری قبول کرنے کا عمل ہے، نہ کہ وہ غلط پالیسیاں اور پروگرام جنہیں ممکن ہے وہ شخص ذمہ داری قبول کرنے کے بعد بروئے کار لائے۔ چنانچہ والی یا کوئی بھی دوسرا انتظامی ذمہ دار اگر ولایت قبول کرنے کے بعد خلافِ شرع اعمال کا مرتکب ہو، مثلاً محترم جان کا قتل، لوگوں کے اموال اور آبرو پر تعدی اور ان جیسے افعال، تو اس نے دو گنا گناہ کیا اور اسے دو طرح کی سزا ہو گی: ایک سزا اصلِ ولایت کے حرام ہونے کے باوجود اسے قبول کرنے کی وجہ سے، اور دوسری سزا، دوسرے گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے۔(خوئی، 1407:1/436)

1_2 حکمِ اولی کی بنیاد پر حرمت کے دلائل

اس نقطۂ نظر کے قائلین نے آیات و روایات کے ذریعے استدلال کیا ہے اور بعض نے اجماع اور عدمِ خلاف کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ یہاں پر تحریر کی اختصار کے خاطر آیات روایات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

الف) آیات:

سیاسی مشارکت کی اصطلاح کے جدید اور نو پیدا ہونے کے پیش نظر ایسی آیات کی نشان¬دہی نہیں کی جاسکتی جو براہ راست سیاسی مشارکت کے معروف اصلاحی مفہوم پر دلالت کرتی ہوں۔ تاہم، چونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اہل ایمان کو طاغوت سے اجتناب، گناہ¬گاروں کی اطاعت سے پرہیز اور ظالموں پر عدم اعتماد کا حکم کیا گیا ہے؛ اس لیے ان آیات کے عمومی مفہوم اور دلالت کی بنیاد پر غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت کی حرمت وعدم جواز، قابل اثبات ہے۔ ان میں سے کچھ آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

الف) طاغوت سے اجتناب

ظالم حکمرانوں کی اطاعت و فرمانبرداری، اللہ کی ولایت سے خروج اور طاغوت کی ولایت میں داخل ہونے کے مانند ہے۔ قرآن نے نہ صرف اس سے شدت کے ساتھ ممانعت کی ہے، بلکہ انبیاء کی بعثت کا فلسفہ یہ بیان کیا ہے کہ امتوں کو طاغوتیوں کے تسلط سے نجات دلائی جائے اور انہیں اللہ کی ولایت کے تحت قرار دیا جائے۔ اور قرآنی منطق کے مطابق طاغوت کی پیروی گمراہی کا عامل شمار کی گئی ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ(نحل:36)

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

اس آیتِ شریفہ میں ہر امت میں رسول کی بعثت کا مقصد دو چیزیں بیان کی گئی ہیں: ایک اللہ کی بندگی کی دعوت، اور دوسرے طاغوت سے اجتناب۔ طاغوت سے اجتناب یہ ہے کہ مسلمان انسان اپنے مقام و حساب کو طاغوت کے مقام، صف، نظام اور نفوذ سے الگ کرے، اور

اس سے دوری و انقطاع اختیار کرے۔ اجتناب از طاغوت، طاغوت کی عبادت کے مقابل ہے؛ اسی لیے اجتناب از طاغوت کی تفسیر طاغوت کی عبادت و پرستش سے دوری کے طور پر کی گئی ہے۔

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: "مَنْ أَطَاعَ جَابِرًا فَقَدْ عَبَدَهُ "(مجلسی، 1404: 23/ 361) یعنی جو شخص کسی ظالم و جابر کی اطاعت کرے تو گویا اس نے اس کی پرستش کی۔

ب) مسرفین اور فساد پھیلانے والوں کی اطاعت کی ممانعت

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ

اور حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو؛ وہ لوگ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

ج) ظالموں پر اعتماد اور ان کی طرف میلان رکھنے کی ممانعت

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ (هود: 113)

اور ان لوگوں کی طرف ہرگز میلان اور جھکاؤ اختیار نہ کرو جنہوں نے ظلم کیا ہے، ورنہ جہنم کی آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی سرپرست و کارساز نہ ہوگا، پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

اہلِ لغت نے لفظ «رُکون» کے مختلف معانی بیان کیے ہیں، جن میں مدارات اور سازگاری، مصالحت و ہم آہنگی، محبت، مودّت، اطاعت، رضامندی، میلان، مدد طلب کرنا اور قربت و نزدیکی شامل ہیں۔

مذکورہ آیات کے مجموعی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ظالموں کی پیروی اور ایسے افراد کی اطاعت، جو حکم دینے کی شرعی شرائط اور اہلیت کے حامل نہ ہوں، حرام اور ممنوع ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض آیات کا حکم عام ہے، جبکہ بعض کا سیاق و خطاب منافقین اور کفار کے ساتھ مخصوص ہے، تاہم مجموعی طور پر ان آیات سے یہ اصول اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہر وہ شخص جو اطاعت کیے جانے کی شرعی شرائط اور اہلیت کا حامل نہ ہو، اس کی پیروی و اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ اس حکم میں ظالم اور جائر حکمران بھی شامل ہیں۔

ب) روایات:

غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشاکت اور حکام جور کے ساتھ تعاون کے حکم اولی کے بنیاد پر حرام ہونے پر جن روایات سے استدلال کیا گیا ہے ان کی کچھ قسمیں مندرجہ ذیل عناوین کے ضمن میں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی قسم: مطلقاً ظالموں کی مدد کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایات

1۔ امام علی بن الحسینؑ نے فرمایا: "گناہ گاروں کے ساتھ بیٹھنے اور ستم گروں کی مدد کرنے سے بچو۔" (کلینی، 1365:8 / 16_ مفید، 1413:203)

2۔ محمد بن عذافر نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: "اے عذافر! تم ابو ایوب اور ربیع کے ساتھ کام کرتے ہو؛ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب (قیامت میں) تمہیں ظالم کے یاروں کے زمرے میں پکارا جائے گا؟" محمد نے کہا: میرے والد بہت غم زدہ ہو گئے، ان کے گلے میں آواز اٹک گئی اور وہ بات کرنے سے رک گئے۔ امام صادقؑ نے یہ حالت دیکھ کر ان سے فرمایا: "اے عذافر! میں نے تمہیں صرف اس چیز سے ڈرایا ہے جس سے خداوند نے مجھے ڈرایا ہے۔" محمد نے کہا: میرے والد اس وقت سے مسلسل غمگین اور بدحال رہے، یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (کلینی، 1365:5 / 105)

3۔ سلیمان جعفری سے روایت ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا: "سلطان کے کاموں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" آپؑ نے فرمایا: "اے سلیمان! ان کا ساتھ دینا، ان سے تعاون کرنا اور ان کی حاجات پوری کرنے کی سعی کرنا کفر کے برابر ہے، اور جان بوجھ کر ان کی طرف نگاہ کرنا [ان کی تقلید کرنا] ان کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے جو جہنم کی آگ کے مستحق بناتے ہیں۔" (حر عاملی، 1409:17 / 191)

دوسری قسم: ظلم میں ظالموں کی مدد حرمت پر دلالت کرنے والی روایات

4۔ طلحہ بن زید نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ امامؑ نے فرمایا: "ستم گر، اس کی مدد کرنے والا اور اس کے ستم پر راضی ہونے والا، تینوں ستم میں شریک ہیں۔" (کلینی، 1365:2 / 333)

5۔ ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے امام باقرؑ سے بنی امیہ کے لیے کام کرنے کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا: "اے ابا محمد! نہیں (ان کے لیے کام کرنا درست نہیں)، نہیں، ان کیلیے ایک مرتبہ قلم چلانا (یا دوات میں قلم ڈبونا) بھی درست نہیں۔ کوئی شخص ان سے دنیا کا کوئی حصہ حاصل نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اتنا ہی اس کے دین سے لے لیتے ہیں۔" (کلینی، 1365:5 / 106)

6۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی پکارے گا: ظالم اور ان کے مددگار کہاں ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے ان کیلیے دوات قلم فراہم کیے؟... یا جنہوں نے ان کے قلم کی نوک تراشی؟ اب انہیں ظالموں کے ساتھ محشور کرو اور انہی کے ہم راہ کر دو۔" (حر عاملی، 1409:17 / 180)

7۔ امام صادقؑ نے فرمایا: "ملعون ہے، ملعون ہے وہ عالم جو کسی ستم گر سلطان کا پیشوا بنے اور ظلم میں اس کی مدد کرے"۔ (نوری طبرسی، 13:1408/125- کراچی، 1/149)

تیسری قسم: مباح امور میں بھی ظالموں کی مدد کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایات

8۔ ابن ابی یعفور سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا: میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور امامؑ سے عرض کیا: "کبھی ہم میں سے کوئی شخص تنگ دستی کا شکار ہو جاتا ہے اور مشکل میں پڑ جاتا ہے، تو اسے عمارت سازی، نہر کی صفائی یا بند (سیلاب موڑنے والی پشتے) کی مرمت کے لیے بلایا جاتا ہے۔ اس مسئلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟" ابو عبداللہؑ نے فرمایا: "میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ ان کے لیے ایک مشکیزے کا بند باندھوں، چاہے ان دو سنگلاخ زمینوں (مدینہ) کے درمیان جو کچھ ہے وہ میرا ہو جائے؛ ہرگز نہیں، حتیٰ کہ قلم کی نوک کے برابر بھی نہیں۔ ظالموں کے کارندے قیامت کے دن آگ کے خیموں میں ہوں گے، اس دن تک کہ خداوند بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے۔" (کلینی، 5:1365/107)

چوتھی قسم: ظالموں کے دفتر میں نام درج کرانے پر دلالت کرنے والی روایات

10۔ امام صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "جو شخص فرزندانِ سابع (عباس) کے دفتر (رجسٹر) میں اپنا نام درج کرائے، قیامت کے دن خدا اسے خنزیر کی شکل میں محشور فرمائے گا۔" (طوسی، 6:1365/329- احسائی، 4:1405/69)

پانچویں قسم: ظالموں سے محبت اور ان کے باقی رہنے کی خواہش کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایات

11۔ صفوان بن مہران کہتے ہیں: میں امام کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا: "اے صفوان! تمہارے تمام کام نیک اور شایانِ شان ہیں سوائے ایک کے۔" میں نے عرض کیا: "میں آپ پر قربان ہو جاؤں، وہ کیا ہے؟" فرمایا: "تمہارا اپنے اونٹ فلان شخص، (یعنی حاکم وقت)، کو کرایے پر دینا۔" میں نے عرض کیا: "میں نے اسے اونٹ سرخوشی اور عیاشی یا شکار اور لہو و لعب کے لیے کرایے پر نہیں دیے، بلکہ مکہ کے سفر کے لیے ایسا کیا ہے، اور خود بھی یہ کام شخصاً انجام نہیں دیتا بلکہ اپنے کارندوں کو اس کے ساتھ بھیجتا ہوں"۔ فرمایا: "اے صفوان! کیا کرایہ ان کے ذمے نہیں ہے؟" میں نے کہا: "کیوں نہیں، میں آپ پر فدا ہو جاؤں!" فرمایا: "کیا تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارا کرایہ وصول ہونے تک باقی رہیں؟" میں نے کہا: "جی ہاں۔" فرمایا: "جو شخص ان (ظالموں) کی بقا کو پسند کرے وہ انہی میں سے ہے، اور جو انہی میں سے ہو وہ اہلِ دوزخ ہے۔" پس میں گیا اور اپنے تمام اونٹ بیچ دیے۔ حاکم کو خبر پہنچی تو اس نے مجھے بلایا اور کہا: "میں نے سنا ہے تم نے اپنے اونٹ بیچ دیے!" میں نے کہا: "جی ہاں۔" اس نے پوچھا: "کیوں؟" میں نے کہا: "میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور غلام کام کو ٹھیک طرح انجام

نہیں دیتے۔" حاکم نے کہا: "ہر گز ہر گز! میں جانتا ہوں تم نے یہ کام موسیٰ بن جعفرؑ کے حکم سے کیا ہے۔" میں نے کہا: "مجھے موسیٰ بن جعفرؑ سے کیا واسطہ؟" اس نے کہا: "ان باتوں کو چھوڑو؛ اگر تمہارے ساتھ میری حسنِ صحبت نہ ہوتی تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔" (حر عاملی، 1409: 17/182– کشی، 1390:440)

12۔ مسعدہ بن صدقہ سے نقل ہوا ہے کہ ایک شخص نے امام صادقؑ سے سوال کیا: "شیعوں میں سے کچھ لوگ سلطان (جائر) کے امور میں داخل ہوتے ہیں اور ان کے لیے کام کرتے ہیں، محصول جمع کرتے ہیں اور ان کی طرف سے ولایت (عہدہ) قبول کرتے ہیں۔" حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: "وہ شیعوں میں سے نہیں بلکہ جابروں اور ستم گاروں کے گروہ سے ہیں..." پھر حضرتؑ نے فرمایا: "خداوند ان مومنوں پر احتجاج فرمائے گا جو کفار کی ولایت قبول کرتے ہیں، اور فرمائے گا: تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہو کہ جنہوں نے کافروں کی ولایت قبول کی ہے، کیسی بری چیز اپنے لیے آخرت میں آگے بھیجتے ہیں۔" (حر عاملی، 1409:17/190-191– قمی، 1367:1/176)

چھٹی قسم: ظالموں کی مدح اور ان کے لیے دعا کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایات

13۔ "جو شخص کسی ستم گر سلطان کی تعریف کرے اور اس کے سامنے عاجزی اختیار کرے تاکہ اس کے پہلو میں کچھ حاصل کر لے، وہ شخص دوزخ کی آگ میں اس سلطان کا ہم نشین ہو گا۔" (صدوق، 1413:4/11)

14۔ پیامبر اکرمؐ سے روایت ہے کہ: "جو شخص کسی ستم گر کے باقی رہنے کی دعا کرے، گویا اسے پسند ہے کہ خداوند کی اس کی زمین میں نافرمانی ہو۔" (مجلسی، 1404:72/334)

ساتویں قسم: ظالموں کے سامنے خضوع کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایات

15۔ حریز نے کہا کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا، آپؑ فرما رہے تھے: "تقویٰ اختیار کرو اور خدا سے ڈرو، تقوی و پرہیز گاری کے ذریعے اپنے دین کی حفاظت کرو اور تقیہ کے ذریعے اور خدا کے سوا ہر کسی سے بے نیازی کے ذریعے اسے مضبوط کرو۔ جو شخص سلطانِ جور یا مخالفِ مذہب کے سامنے اس کی دنیا کی لالچ میں عاجزی کرے، خدا اسے گم نام اور بدنام کر دیتا ہے اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے، اور اگر اس کی دنیا میں سے کوئی چیز اس کے ہاتھ آ جائے تو خدا اس سے برکت اٹھا لیتا ہے اور جو کچھ وہ اس میں سے حج اور نیکیوں کی راہ میں خرچ کرے اس کا اسے کوئی اجر نہیں دیتا۔" (حر عاملی، 1409:17/178)

آٹھویں قسم: ظالموں حکمرانوں کے پاس آمد ورفت اور اسی طرح ان کے ساتھ نشست وبرخاست کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایات

16۔ جہم بن حمید کہتے ہیں: امام صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: "کیا تم ان لوگوں کی سلطنت میں داخل نہیں ہوتے؟" میں نے عرض کیا: "نہیں۔" فرمایا: "کیوں؟" میں نے عرض کیا: "میں اپنا دین بچا کر بھاگ جانا چاہتا ہوں۔" فرمایا: "کیا تم اس بارے میں پختہ ارادہ رکھتے ہو؟" میں نے کہا: "جی ہاں۔" مجھ سے فرمایا: "اب تمہارا دین تمہارے لیے سلامت رہے گا۔" (کلینی، 1365:5/108)

17۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "کوئی شخص خود کو ظالم حکمران کے قریب نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا سے دور ہو جاتا ہے؛ اس کا مال و دولت نہیں بڑھتا مگر یہ کہ اس کا حساب سخت اور بھاری ہو جاتا ہے؛ اور اس کے پیروکار اور حامی زیادہ نہیں ہوتے مگر یہ کہ اس کے گرد شیاطین زیادہ ہو جاتے ہیں۔" (حر عاملی، 1409:7/181)

نویں قسم: جائر کی جانب سے منصب قبول کرنے کی حرمت پر دلالت کرنے والی روایات

18۔ "رہا ولایت (منصب) اور ملازمت کا حرام پہلو، تو وہ جابر حاکم کی جانب سے وزارت ہے ان کے لیے کام کرنا اور ملازمت کے ذریعے ان کے ساتھ روزی کمانا حرام ہے اور حرام قرار دیا گیا ہے، اور اس کے کام انجام دینے والا، اپنے کام کی کمی یا زیادتی کے مطابق، عذاب میں مبتلا ہو گا؛ کیونکہ ان کی مدد کے اعتبار سے ہر چیز کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ حاکم جائر کی ولایت میں تمام حق پامال ہو جاتا ہے؛ اسی لیے ان کے ساتھ کام کرنا، ان کی مدد کرنا اور ان کے ساتھ کمائی کرنا حرام ہے، سوائے ضرورت کے، جیسے مردار کھانے کی ضرورت۔" (حرانی، 1404:332- حر عاملی، 1409:17/83)

19۔ داؤد بن زربی نے کہا کہ مجھے علی بن حسینؑ کے غلام نے خبر دی کہ میں کوفہ میں تھا کہ امام صادقؑ حیرہ (ایک قصبہ) میں تشریف لائے، اور میں ان کی خدمت میں گیا اور عرض کیا: "میں آپ پر قربان ہو جاؤں، کاش آپ داؤد بن علی اور ان جیسے بعض دوسروں سے بات کر لیتے تاکہ میں ان حکومتی اداروں میں سے کسی میں شامل ہو جاؤں (اور کوئی ملازمت پالوں)۔" آپؑ نے فرمایا: "میں کچھ نہیں کر سکتا۔" (وہ کہتا ہے) پھر میں اپنے گھر لوٹا اور سوچ میں پڑ گیا کہ میرا گمان ہے کہ آپؑ کا انکار اس خوف کی وجہ سے ہے کہ میں ظلم وستم کروں گا۔ خدا کی قسم! میں ان کے پاس جاؤں گا اور ان سے عہد کروں گا اور قسم کھاؤں گا کہ کسی پر ظلم وستم نہ کروں گا اور عدل کے ساتھ برتاؤ کروں گا۔ اس نے کہا کہ میں امامؑ کے پاس گیا اور عرض کیا: "میں آپ پر فدا ہو جاؤں، میں نے آپ کے انکار پر غور کیا اور میرا گمان ہے کہ آپ کے انکار اور ناپسندیدگی کی وجہ یہ خوف ہے کہ میں ظلم وستم کروں گا؛ بے شک میری ہر بیوی کو طلاق ہو اور میرا ہر غلام آزاد ہو اگر میں کسی پر ظلم وستم کروں یا عدل کے ساتھ برتاؤ نہ کروں۔" فرمایا: "تم نے یہ کیسے کہہ دیا؟" میں نے اپنی بات دہرائی اور اپنی قسم کا اعادہ کیا۔ آپؑ نے

آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: "آسمان تک پہنچ جانا اس حکومت جور میں حرام اور ستم سے بچنا زیادہ آسان ہے۔"(کلینی، 5:1365/ 107)

2۔ ادلہ کا جائزہ (روایات کے مابین وجوہِ جمع)

ان دونوں اقسامِ روایات (روایات جواز و روایات حرمت) کے مابین جمع اور ظاھری تعارض کے شبھہ کو دفع کرنے کے لیے فقہانے اپنی فقہی کتب میں متعدد وجوہ بیان کی ہیں، جن میں سے بعض کو ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

1۔ تعاون و مشارکت کی غرض و غایت کی بنیاد پر وجہِ جمع

یہ وجہِ جمع مفتاح الکرامہ کے مصنف نے بیان کی ہے؛ انہوں نے مشارکت و تعاون کرنے والے کی غرض اور ہدف کو محور بنا کر حکومت غیر مشروع کے ساتھ تعاون کے حکم کی تین قسمیں کی ہیں اور اس طریقے سے روایاتِ مانعہ اور مجوّزہ کے مابین جمع کیا ہے۔ ان کی رائے میں اگر حکومتی امور میں تعاون و مشارکت حبِّ دنیا اور لذتِ ریاست کی غرض سے ہو تو یہ حرام ہے اور منع والی روایات اسی نوع کے تعاون و مشارکت پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن اگر دنیا کی خواہش اور حبِّ ریاست کو طاعات، عملِ صالح اور خدمتِ خلق کے ساتھ ہم آمیز کر دیا جائے تو اس صورت میں حکومت جور کے ساتھ تعاون جائز ہو گا اور ہر عمل پر خود اسی عمل کے آثار مرتب ہوں گے، جیسا کہ روایات میں "ذابذا" کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔ نیز انہوں نے ترغیبی روایات کو اس صورت پر محمول کیا ہے جس میں مشارکت و تعاون کرنے والے کی غرض دینی فریضے کی ادائیگی، احکامِ الٰہی کے قیام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سوا کچھ نہ ہو۔ مزید برآں انہوں نے اصحابِ ائمۂ ہدیٰؑ اور معروف فقہا، مثلاً علی بن یقطین، محمد بن اسماعیل بن بزیع، نجاشی، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، خواجہ نصیر الدین طوسی، محقق ثانی، شیخ بہائی، علامہ مجلسی اور دیگر کے حاکمان وقت کے ساتھ تعاون اور سیاسی معاملات کو اسی آخری وجہ پر محمول کیا ہے۔ (عاملی، 4/ 113)

ریاض المسائل کے مصنف نے اس وجہِ جمع کے بارے میں کہا ہے کہ: اس کے باوجود کہ بعض روایات اس جمع سے ہم آہنگ نہیں، یہ ایک اچھی جمع ہے؛ جب کہ جواہر الکلام کے مصنف نے کہا ہے کہ روایات میں اس جمع پر کوئی شاہد اور قرینہ موجود نہیں ہے۔

2۔ امور کی حلیت و حرمت کی بنیاد پر وجہِ جمع

جواہر الکلام کے مصنف نے ان امور کے حلال یا حرام ہونے کی بنیاد پر، جن میں تعاون اور مشارکت کی جاتی ہے، روایاتِ جواز و حرمت کو جمع کیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے کہا ہے کہ: منع والی روایات اس ولایت سے متعلق ہیں جو حرام امور پر ہو یا ایسے امور پر جن میں حلال اور حرام باہم مخلوط ہوں، اور روایاتِ جواز مباحات پر ولایت سے متعلق ہیں، جیسے خراج کی وصولی وغیرہ۔ اسی طرح ترغیبی و تشویقی روایات

کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ ولایت قبول کرنے کی غرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مومنین کے لیے امن کی فراہمی اور انہیں شاد کرنا ہو۔ آگے چل کر وہ تصریح کرتے ہیں کہ دوسری وجہ مکروہ ہے، یعنی جواز کراہت کے ساتھ، اس لیے کہ اس طرح کا تعاون اور ولایت کا قبول کرنا ایک طرح سے ظالموں کی اعانت اور ان کے زمرے میں داخل ہونا، بلکہ کافر سے مومن کے تولّی (دوستی و سرپرستی قبول کرنے) کے مشابہ ہے۔ (نجفی، 1404:22/160-163)

جواہر الکلام کے مصنف پر اشکال:

1۔ جواہر الکلام کے مصنف نے جو وجہِ جمع پیش کی ہے روایات میں اس پر کوئی شاہد موجود نہیں، نہ منع والی روایات میں اور نہ روایاتِ جواز میں؛ کیونکہ منع والی روایات میں سے کسی میں بھی منع کی علت "حرام امور پر ولایت" بیان نہیں ہوئی، اور اسی طرح روایاتِ جواز میں بھی جواز کی علت "مباحات پر ولایت" بیان نہیں ہوئی؛ بلکہ بعض روایات میں منع کی تعلیل میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حاکم جور کی جانب سے ولایت قبول کرنے اور اس کے ساتھ تعاون کی ممانعت اس غرض سے تھی کہ حکامِ جور کے مقابل مزاحمتِ (منفی مشارکت) لازم ہے۔ جیسا کہ علی بن ابی حمزہ کی روایت اس مطلب پر صراحتاً دلالت کرتی ہے۔ یا بعض روایات کے مطابق منع کی علت یہ تھی کہ حکامِ جور کے نظام میں داخل ہونا ان کی حاکمیت کی تقویت اور ان کے مقام کی بلندی کا باعث بنتا ہے، یا یہ کہ ان کے نظام میں داخل ہونا اور تعاون کرنا عادتاً ظالموں پر رکون (جھکاؤ اور تکیہ) یا مدح و خضوع کا باعث بنتا ہے، یا اس لیے کہ یہ کام عموماً ظلم پر اعانت کا موجب ہوتا ہے۔ لہٰذا جو اشکال جواہر الکلام کے مصنف نے صاحبِ مفتاح الکرامہ پر کیا ہے وہ ان کی اپنی وجہِ جمع پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ (نوری ہمدانی، 1434: 212-213)

2۔ جواہر الکلام کے مصنف نے مباحات میں ولایت کی کراہت کے لیے "اعانت علی الاثم"، "ظالموں کے زمرے میں داخل ہونا"، "کافروں کی تولّی سے مشابہت" اور "انسان کی دنیا و آخرت کے لیے خطرہ" جیسی تعبیرات کا سہارا لیا ہے، جن سے شدید ترین حرمت کی بو آتی ہے؛ چنانچہ یہ کیونکر ممکن اور قابلِ توجیہ ہے کہ ظالموں کے زمرے میں داخل ہونا، دنیا و آخرت کو خطرے میں ڈالنا، سب سے بڑے گناہ یعنی ظالموں کی غیر مشروع حکومت میں اعانت کرنا، اور کفار کی تولّی سے مشابہت اختیار کرنا، صرف کراہت کا مفہوم دیں؟ کیا یہ روایاتِ مانعہ سے، ان کی تمام تر کثرت اور صراحت کے باوجود، ایک طرح کا تغافل نہیں، کہ وہ نہ صرف مباحات بلکہ مستحبات کو بھی ان حکومتوں کے ہم راہ حرام قرار دیتی ہیں؟ (یوسفی هشترودی، 1400:122)

3۔ مشارکت کرنے والے افراد کی حالت کی بنیاد پر وجہِ جمع

محقق حلیؒ نے منع والی روایات کو اس صورت پر محمول کیا ہے جس میں ظالم حاکم کی جانب سے ولایت (منصب) قبول کرنے والا شخص حرام میں مبتلا نہ ہونے کا اطمینان نہ رکھتا ہو، اور روایاتِ جواز کو اس صورت پر جس میں اسے یہ اطمینان حاصل ہو کہ حرام میں مبتلا نہیں ہو گا، اور ترغیبی و تشویقی روایات کو اس صورت پر محمول کیا ہے جس میں حرام میں مبتلا نہ ہونے کے اطمینان کے علاوہ اسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی قدرت بھی حاصل ہو۔ (محقق حلی، 2:1408/6)

اشکال: اولاً: حرام میں مبتلا نہ ہونے کے اطمینان کی کسی نص میں بات نہیں اٹھائی گئی؛ اور ثانیاً: قواعد کے مطابق حرام میں مبتلا ہونے کا محض احتمال کسی چیز کو حرام نہیں کرتا۔ (نجفی، 22:1404/163)

4۔ افراد کی نیت اور اغراض کی بنیاد پر وجہِ جمع

حضرت امام خمینیؒ نے منع والی روایات و جواز کے نقل کے بعد تعارض کو رفع کرنے کے بارے میں فرمایا ہے: منع والی روایات متعارف غرض یعنی ذاتی اغراض کی خاطر قبول منصب کے بارے میں ہیں، اور روایاتِ جواز مومنین کے حال کی اصلاح اور ان کے مصالح کی فراہمی کی غرض سے قبول منصب کے بارے میں ہیں۔ پھر انہوں نے محمد بن علی بن عیسیٰ کی روایت (حر عاملی، 1409: 17/190) اور زیاد بن ابی سلمہ کی روایت کو مذکورہ جمع پر شاہد قرار دیا ہے۔ (امام خمینی، 2:1415/176)

اشکال: حضرت امام کی یہ توجیہ تمام روایات منع میں جاری نہیں ہوتی، مثلاً علی بن ابی حمزہ کی خبر دلالت کرتی ہے کہ منع کی علت مزاحمت کا لازم ہونا یا دوسری تعبیر میں بنی امیہ کے مقابل منفی سیاسی مشارکت ہے۔ (نوری ھمدانی، 215:1434)

5۔ اخص روایات کو اخذ کرنے اور قدرِ متیقن پر اکتفا کی بنیاد پر وجہِ جمع

اس وجہِ جمع کے قائل نے، فقہا کی بیان کردہ دیگر وجوہِ جمع پر اعتراض کرتے ہوئے، کہا ہے کہ مختلف وجوہ جو بعض فقہا سے روایات منع و جواز کے مابین جمع کے باب میں نقل ہوئیں، وہ روایات کی سند کی چھان بین سے قطعِ نظر روایات کے، متن اور مضمونِ روایات کے مابین جمع پر مبنی تھیں۔ ورنہ جواز پر دلالت کرنے والی اکثر روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں اور اس لحاظ سے قابلِ اعتماد و استناد نہیں ہیں۔ نیز مضمون میں بہت زیادہ اختلاف کی وجہ سے وہ تواترِ معنوی سے بھی عاری ہیں؛ کیونکہ ان میں سے بعض معاش کی ناچاری (اضطرار) کی بنا پر جواز پر دلالت کرتی ہیں، اور بعض دوسری، دشمن کو ناگوار نقصان پہنچانے یا مومنین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے منافع فراہم کرنے کی صورت میں جواز پر دلالت کرتی ہیں، بلکہ ان روایات میں سے بعض تو اولیائے خدا یعنی مومنین کے دفاع اور مکتبِ اھل بیت کی حفاظت

سے مشروط ہیں۔ لہٰذا اس صورت میں ہمارے پاس دو ہی راستے رہ جاتے ہیں: یا تو ہم تواترِ اجمالی کے قائل ہوں اور وہ روایت اخذ کریں جو دیگر روایات کی نسبت اخص ہو، یا پھر ایک ایک روایت کی سند کا جائزہ لیں اور جو روایت سند کے اعتبار سے معتبر ہو اسے لے لیں۔ پھر جس روایت کو ہم نے قبول کیا ہو، خواہ اس کی سند کے معتبر ہونے کی وجہ سے یا اس کے مضمون کے اخص ہونے کی وجہ سے، اسے روایات مانعہ کے لیے یا تو مخصِّص قرار دیں گے یا ان پر وارد مانیں گے، اور اس طریق سے ضعیف روایات سے دست بردار ہوا جائے گا۔(نوری ھمدانی، 216:1434)

جواز کے بارے میں بیان کردہ زیادہ تر روایات سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں اور صرف چار روایات (شمارہ 3، 6، 8 اور 9) صحیح اور معتبر ہیں۔ ان چار میں سے جو سند کے اعتبار سے معتبر ہیں، چھٹی روایت اگرچہ جواز پر دلالت کرتی ہے لیکن یہ جواز ہر کسی کے لیے نہیں بلکہ علی بن یقطین جیسے افراد کے لیے ہے جو مکتبِ اھل بیت کے دفاع اور ارکانِ تشیع کی حفاظت کی قدرت رکھتے ہوں اور شیعہ کو تقویت پہنچا سکتے ہوں۔ آٹھویں روایت دشمن پر ضرب لگانے کی قدرت اور حکومت جور کے چنگل سے نجات کا زمینہ ہموار کرنے کی صورت میں جواز کا مفہوم دیتی ہے۔ نویں روایت اضطرار و اکراہ کی صورت سے متعلق ہے، اور تیسری روایت بھی اجمال کی حامل ہے۔ لہٰذا ان روایات سے جائز کے ساتھ ایسے حقیر اور قلیل امور کے لیے، جیسے گزر بسر کا سامان یا چند مومنوں کی حاجت روائی، تعاون کا جواز اخذ نہیں ہوتا، کیونکہ یہ امور کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ اور دوسری جانب اگر ہم روایات کے تواترِ اجمالی کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی اخص کو اخذ کرنے کی بنا پر ہمیں قدرِ متیقن پر اکتفا کرنا ہو گا، اور یہاں قدرِ متیقن انہی امور سے زیادہ نہیں جو ہم نے احادیثِ صحیحہ کے مدلول سے اخذ کیے ہیں، یعنی شیعہ کا دفاع، ان کے وجود کی حفاظت اور اس کی تقویت، یا دشمن پر ضرب لگا کر اس کی طاقت کو محدود کرنا۔ اگر ہم تاریخ پر بھی نظر ڈالیں تو وہ اصحاب جنہیں آئمہؑ نے جابر و ظالم حکومت کے ساتھ تعاون کی اجازت دی، یا اسی طرح وہ فقہا جنہوں نے زمانۂ غیبت میں یہ اقدام کیا، ان سب میں شیعہ کے دفاع اور وجود تشیع کی حفاظت کی قدرت و توانائی رکھتے تھے، اور تاریخ کی گواہی کے مطابق اس میں وہ کامیاب بھی رہے ہیں۔(نوری ھمدانی، 1434:221-224)

3۔ خلاصۂ بحث اور مسئلے میں مختار نظریہ

بیان کردہ نظریے اور ان کے دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے، بالخصوص روایات اور مشہور فقہا کے اقوال کو دیکھتے ہوئے، حکمِ اولی کے اعتبار سے حرمت اور حکمِ ثانوی کے اعتبار سے جواز کا قول حقیقت کے زیادہ قریب اور صحیح معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ اکثر شیعہ فقہا غیر مشروع حکام کے ساتھ تعاون کے عدمِ جواز پر متفق ہیں اور عصرِ غیبت میں غیر مشروع حکومت و کی عدمِ مشروعیت کے عقیدے سے کبھی دست بردار

نہیں ہوئے۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حکم تمام زمانی و مکانی حالات میں ثابت رہا ہو اور اس میں کوئی استثنا اور قید نہ لگی ہو، بلکہ تاریخ میں خواہ زمانۂ حضورِ ائمہؑ ہو یا اس کے بعد، ایسے حالات پیش آئے ہیں کہ سلطانِ جائر کے ساتھ تعاون کی حرمت کا حکم بعض زمانوں اور بعض مقامات پر اسلامی معاشرے پر نافذ حالات کے مطابق عنوانِ ثانوی اور اضطراری کے تحت تبدیل ہو گیا ہے اور موجود شرائط کی بنیاد پر حرمت سے جواز، بلکہ تعاون اور سیاسی مشارکت کے استحباب اور وجوب میں بدل گیا ہے۔ اس (جائر کے ساتھ تعاون کی مشروعیت) کو شیعی سیاسی فکر میں آرمان اور واقعیت کی کش مکش کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے؛ یعنی یہ کہ شیعہ فقہا ایک نامشروع اور طویل العمر حکومت کی واقعیت کے ساتھ اپنے آپ کو ہم آہنگ کرنے پر مجبور تھے؛ لہٰذا انہوں نے حکامِ جور کے ساتھ تعاون کو مطلق طور پر نہیں بلکہ ان صورتوں میں جائز قرار دیا ہے جو ان کے ظلم کی تائید کا باعث نہ بنے، ظلم میں تعاون شمار نہ ہو اور دائرۂ حق سے باہر نہ جائیں اور یہ سب موارد حکمِ ثانوی کے عنوان کے تحت آتے ہیں۔ (ایزدہی، 70:1384)

اس حکمِ جواز کا وجود، خواہ سیرت کی بنیاد پر ہو یا دیگر دلائل کی بنیاد پر، موجودہ دور میں نہایت مؤثر اور راہ کشا ہے، کیونکہ دنیا کے بہت سے ممالک میں شیعہ اقلیت میں ہیں اور سیاسی، سماجی اور معاشی حالات کے اعتبار سے شیعہ ہونے کی وجہ سے بے شمار مشکلات سے نبرد آزما ہیں؛ چنانچہ اگر کوئی شخص ان کی خدمت اور ان کے مصالح کی فراہمی یا ان سے خطرہ دور کرنے کی نیت سے جابر اور غیر مشروع حکومت میں داخل ہو اور کوئی حکومتی ذمہ داری قبول کرے تو یہ عمل نہ صرف استحباب اور ثواب کے دائرے میں آ سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ عناوینِ ثانویہ کی بنیاد پر وجوب کا حکم اختیار کر لے۔

البتہ بعض مواقع پر عناوینِ ثانویہ کے تحت غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت واجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً ان ممالک میں جہاں تشیع کی آبادی زیادہ نہیں اور اسے کسی بھی زمانے سے بڑھ کر حمایت کی ضرورت ہے تاکہ اپنی مستقل سماجی شناخت حاصل کر سکے، یا ان مواقع پر جہاں حاکم نظام تشیع کے خاتمے اور اسے مٹانے کا ارادہ رکھتا ہو، تو مومنین کے دفاع کے لیے ہر طرح کا اقدام اور افراد کے لیے نظامِ جور میں داخل ہونے کے اسباب فراہم کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ (اعرافی، 13:1397 / 190)

البتہ ایک نکتہ جس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے یہ ہے کہ غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت، اگرچہ بطورِ عنوانِ ثانوی ہو، بلا معیار و ضابطہ نہیں ہے، بلکہ بعض ضوابط اور قیود کے ساتھ مقید ہے، جن کی رعایت کے بغیر حکمِ ثانوی پر عمل مجاز نہیں ہو گا۔ مثلاً بعض مواقع پر عناوینِ ثانویہ کے صادق آنے کے باوجود حکومتِ جائر اور غیر مشروع میں سیاسی مشارکت حکمِ اولی پر، جو حرمت اور عدمِ جواز تھا، باقی رہتی ہے اور حکمِ ثانوی یعنی جواز میں تبدیل نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی برجستہ مسلمان شخصیت کا فلسطینیوں کے دفاع کی غرض سے اسرائیلی حکومت

میں داخل ہونا، اگرچہ ممکن ہے اس کے کچھ ثمرات ہوں، لیکن اگر اس شخص کے سیاسی، سماجی اور ذاتی حالات ایسے ہوں کہ اس کے اس عمل سے اسلام کی حیثیت اور مسلمانوں کی عزت پامال ہو اور اسے زک پہنچے، تو اس صورت میں یہ مورد ادلۂ جواز کو شامل نہیں ہوتا، حتیٰ کہ عناوینِ ثانویہ اور اضطرار کی بنیاد پر بھی جائز نہیں ہو گا۔

لہٰذا ہر خطے اور ہر ملک کے سیاسی و سماجی حالات اور اس خطے اور ملک کے عوام کی صورتِ حال کے مطابق اس خطے اور ملک پر مسلّط غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت کا حکم مختلف ہو گا۔ چنانچہ جائز اور غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت کے لیے تین طرح کے احکام قابلِ تصور ہیں:

1۔ حرمت: جب سیاسی مشارکت جائز کی شوکت و اقتدار اور اس کی حاکمیت کے استحکام کا باعث بنے۔

2۔ جواز: جب سیاسی مشارکت کا مقصد خدمت رسانی، ضرر کا دفع اور مومنین کے لیے منفعت کا حصول ہو تو جائر کے نظام میں داخل ہونا جائز ہو گا۔

3۔ وجوب: اگر طائفۂ حقہ کی اقلیت کی بقا نظامِ جور میں داخل ہونے کو مستلزم ہو یا شیعوں کی حفاظت کا مقدمہ بنے تو اس صورت میں سیاسی مشارکت واجب ہو جائے گی۔

نتیجہ

اہلِ بیتؑ کی قولی و عملی سیرت اور طول تاریخ میں فقہائے امامیہ کے طرزِ عمل، خواہ نظری میدان میں ہو یا عملی میدان میں، سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر مشروع حکومت میں سیاسی مشارکت حکمِ اولی کی بنیاد پر حرام ہے، اور بعض روائی متون اور سیرت میں غیر مشروع حکومت میں مشارکت کے جواز کی جو حکایت ملتی ہے وہ حکمِ ثانوی کی بنیاد پر ہے، جو مومنین کے منافع کی فراہمی، پیروان اہل بیت کے جان و مال کا تحفظ اور مکتب تشیع کی پاسبانی کے سلسلے میں ہے اور یہ جواز کا حکم مصلحت، حفظِ نظام، دفعِ افسد بالفاسد یا تقیۂ مداراتی جیسے فقہی قواعد پر مبنی ہے۔

کتابیات

اس تحقیق میں قرآن مجید کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

1. احسائی، ابن ابی جمہور، محمد بن علی، عوالی اللآلی، قم، دار سید الشہداء للنشر، اول، 1405ھ ق۔
2. اعرافی، علی رضا، مکاسبِ محرمہ (محرماتِ سیاست)، قم، مؤسسہ اشراق و عرفان، اول، 1397ھ ش۔
3. ایزدہی، سید سجاد، اندیشۂ سیاسی صاحبِ جواہر، قم، مؤسسہ بوستانِ کتاب، اول، 1384ھ ش۔
4. حرّ عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعہ، قم، مؤسسہ آل البیتؑ، اول، 1409ھ ق۔
5. حرانی، حسن بن شعبہ، تحف العقول، قم، انتشاراتِ جامعۂ مدرسین، دوم، 1404ھ ق۔
6. حلی، ابن ادریس، محمد بن منصور بن احمد، مستطرفاتِ السرائر، قم، انتشاراتِ جامعۂ مدرسینِ قم، دوم، 1411ھ ق۔
7. خمینی، سید روح اللہ موسوی، المکاسب المحرمہ، قم، مؤسسۂ تنظیم و نشرِ آثارِ امام خمینیؒ، اول، 1415ھ ق۔
8. خوئی، سید ابو القاسم، مصباح الفقاہہ (المکاسب)، قم، لطفی، 1407ھ ق۔
9. راش، مائیکل، جامعہ و سیاست؛ مقدمہ ای بر جامعہ شناسی سیاسی؛ مترجم: منوچھر صبوری، تھران، انتشارات سمت، 1393ش۔
10. شمس الدین، محمد مہدی، جامعۂ سیاسی اسلامی: مبانیِ فقہی و تاریخی، مترجم: مرتضیٰ آیت اللہ زادہ شیرازی، انتشاراتِ دانشگاہِ تہران، اول، 1380ھ ش
11. صدوق، محمد بن علی بن بابویہ قمی، من لایحضرہ الفقیہ، قم، انتشاراتِ جامعۂ مدرسین، 1413ھ ق۔
12. طوسی، محمد بن حسن، الاستبصار، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، سوم، 1390ھ ق۔
13. طوسی، محمد بن حسن، تہذیب الاحکام، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، چہارم، 1365ھ ش۔
14. عاملی، سید جواد بن محمد حسینی، مفتاح الکرامہ فی شرح قواعد العلامہ (چاپِ قدیم)، بیروت، دار احیاء التراث العربی، اول، بدونِ تاریخ۔
15. قمی، علی بن ابراہیم، تفسیرِ قمی، قم، دار الکتاب، چہارم، 1367ھ ش۔
16. کراجکی، ابو الفتح محمد بن علی، کنز الفوائد، قم، انتشاراتِ دار الذخائر، بدونِ تاریخ۔
17. کشی، ابو عمرو، محمد بن عمر بن عبد العزیز، رجال الکشی، مشہدِ مقدس، مؤسسۂ نشرِ دانشگاہِ مشہد، 1490ھ ق۔
18. کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، چہارم، 1365ھ ش۔
19. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، بیروت، مؤسسۃ الوفاء، 1404ھ ق۔

20. محقق حلی، نجم الدین، جعفر بن حسن، شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، قم، مؤسسہ اسماعیلیان، دوم، 1408ھ ق۔

21. مفید، محمد بن محمد بن نعمان، الامالی، قم، انتشاراتِ کنگرۂ جہانی شیخ مفید، دوم، 1413ھ ق۔

22. نجفی، محمد حسن، جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ہفتم، 1404ھ ق۔

23. نوری طبرسی، حسین، مستدرک الوسائل، قم، مؤسسہ آل البیتؑ، 1408ھ ق۔

24. نوری ہمدانی، حسین، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، مؤسسۃ المہدی الموعود، چہارم، 1434ھ ق۔

25. یوسفی ھشترودی، جعفر، "رمزگشائی فقہی از ذاتی یا عرضی بودنِ ہمکاری با حکومت ہائے جور"، فصل نامۂ فقہِ حکومتی، شمارہ 8، بہار و تابستان 1400ھ ش